اللہ سے جنگ

سلیم رؤف

بسم اللہ

اللہ بزرگ و برتر کا احسان عظیم ہے کہ اُس نے مجھے یہ ننھے مُنے کتابچے لکھنے کی توفیق بخشی اور پھر ان میں اتنا اثر اور برکت دی کہ تقریباً نصف کروڑ افراد ان کا مطالعہ کر چکے ہیں۔ مختلف زبانوں میں تراجم کیے گئے۔ ہزاروں خطوط موصول ہوئے، لاکھوں بہن بھائیوں نے فون پر رابطہ کیا، ہزاروں بالمشافہ ملے اور بتایا کہ کس طرح ان تحریروں نے اُن کی زندگی کا رُخ بدلا۔

o لاہور:- "بسنت سے پہلے میں چالیس ہزار روپے کی ڈور اور پتنگیں خرید کر لایا۔ ایک دوست نے "واہ رے مسلمان" پڑھنے کو دیا۔ پڑھتے ہی ڈوکاندار کے پاس گیا اور رقم واپس لے کر اللہ کی راہ میں دے دی"۔

o گوجرانوالہ:- "نمازِ جمعہ کے بعد ایک صاحب "ننھا مبلغ" تقسیم کر رہے تھے۔ میں بھی لیکر گھر پہنچا، بیٹی سے کہا پڑھ کر سناؤ، سُنتے ہی سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کل بیٹی کے جہیز کے لیے رنگین ٹی وی لاتا تھا، اب اس نے لینے سے انکار کر دیا ہے۔ آپ کو مبارک ہو کہ آج کے بعد ہمارے گھر کبھی ٹی وی نہیں چلے گا"۔

o سیالکوٹ:- "کافی عرصہ منع کرتا رہا مگر بچے باز نہ آئے، آج آپ کا کتابچہ پڑھ کر انہوں نے ڈور اور پتنگوں کو آگ لگا دی۔ میری خواہش ہے کہ سیالکوٹ کا ہر فرد اسے پڑھے۔ آپ مجھے بیس ہزار کتابچے ابھی بھیج دیں"۔

o فیصل آباد:- "سلیم بھائی! تمام کتابچوں کے 500 سیٹ بھیج دیں۔ ایک دوست کی بارات میں پانچ سو مرد خواتین مدعو ہیں۔ میری خواہش ہے کہ میرج ہال کے گیٹ پر ہر مہمان کو لفافے میں پیک کر کے ایک ایک سیٹ تحفہ دوں"۔

o واہ کینٹ:- "میرے بھائی نے آپکا ایک کتابچہ پڑھا اور الحمدللہ اس دن سے کوئی نماز نہیں چھوڑی"۔

o بہاولپور:- "اتنا لمبا سفر کر کے صرف آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں اور یقیناً آپکو خوشی ہو گی کہ پچاس سال تک داڑھی مونڈتا رہا مگر اب الحمدللہ "شیطان سے انٹرویو" کی برکت سے پورے گھر کی کایا پلٹ چکی ہے"۔

o سعودی عرب:- "آپ کو دیکھنے سے پہلے ذہن میں ایک بوڑھے سے آدمی کا خاکہ تھا۔ بہرحال آپ کے صرف ایک کتابچے کی ایک لاکھ فوٹو کاپیاں جدّہ شہر کے ایک ایک گھر، دوکان اور دفتر میں تقسیم کر چکا ہوں"۔

o انگلینڈ:- "35 سال سے یہاں مقیم ہوں۔ ایک دوست سے "اور میں مر گیا" سُنا، سُنتے ہی مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی، سوچا یہاں تو بے شمار لوگ ہیں جو اُردو بول سکتے ہیں، پڑھ نہیں سکتے۔ وہ بھی سُنیں تو شاید کسی کی اصلاح ہو جائے۔ آپ تحریری اجازت نامہ بھیجیں تاکہ میں ان کے آڈیو کیسٹ بنوا کر یہاں تقسیم کروں"۔

آخر میں اُن تمام بہن بھائیوں کیلئے دُعا گو ہوں، جنہوں نے ان کتابچوں کی تقسیم میں خصوصی دلچسپی لی۔ اللہ تعالیٰ اس کام کو اُن سب کے لئے صدقہ جاریہ اور آخرت میں نجات کا ذریعہ بنائے، اللہ تعالیٰ میرے ماں باپ کی عمر میں خیر و برکت عطا فرمائے۔ (آمین)

محتاجِ دُعا و اِصلاح

سلیم شرف

موبائل: 0300-6404457

اللہ سے جنگ

”کون ؟“

” حذیفہ!“

”ارے بھائی! کیا قصور سرزد ہو گیا اس دروازے سے کہ مسلسل پیٹے جا رہے ہو؟ رات کا ایک بج رہا ہے اور تم باہر کھڑے اپنا راگ الاپ رہے ہو۔ آنے سے پہلے کم از کم ایک نظر گھڑی کی طرف دیکھ لیا کرو۔ ایک تو کمبخت ہمارا پیشہ ہی کچھ ایسا ہے، آرام تو شاید ہماری قسمت میں لکھا ہی نہیں، جسے دیکھو جب چاہے منہ اُٹھائے چلا آ رہا ہے۔“

”ڈاکٹر صاحب! ناراض نہ ہوں، میری ماں درد سے تڑپ رہی ہے، بیچاری دل کی مریضہ ہے۔ کافی دیر تک کوئی رکشہ وغیرہ نہ ملا، پھر تقریباً ایک گھنٹہ تک آس پاس کے دروازے کھٹکھٹاتا رہا مگر کسی نے دروازہ کھولنے کی زحمت گوارہ نہ کی، حالانکہ اکثر گھروں سے ٹی وی کی آوازیں آ رہی تھیں۔ اللہ بھلا کرے امام صاحب کا، جن کی پرانی سی سائیکل پر والدہ کو بٹھا کر گرتا پڑتا یہاں پہنچا ہوں۔ آپ مہربانی فرما کر تھوڑی دیر کے لیے باہر تشریف لے آئیں۔“

”اوہو! تمہاری ماں کی حالت تو واقعی بہت خراب ہے۔ فوری آپریشن کرنا پڑے گا، مگر تم تو سائیکل بھی کسی سے مانگ کر لائے ہو، تم اتنا خرچہ کیسے برداشت کرو گے؟“

”ڈاکٹر صاحب! کتنا؟“

”تقریباً ڈیڑھ لاکھ!!!“

”ڈھ۔۔ڈھ۔۔ڈھ۔۔ڈیڑھ لاکھ! ڈاکٹر صاحب اتنی بڑی رقم! میں نے تو کبھی خواب میں بھی نہیں دیکھی۔ والد صاحب کی وفات کے بعد گھر کا سارا بوجھ میرے کندھوں پر آن پڑا۔ ایک ٹوٹی سی ریڑھی پر پلاسٹک کے چند برتن رکھ کر گلی گلی آوازیں لگاتا ہوں اور شام کو اس بیمار ماں اور چار جوان بہنوں کے گذر اوقات کے لیے کچھ نہ کچھ لے آتا ہوں۔ غربت کا یہ حال ہے کہ سال بھر میں صرف ایک دن یہ زبان گوشت کا ذائقہ چکھتی ہے اور وہ بھی عیدِ قربان کے موقع پر۔ اکثر والدہ صاحبہ اپنی دوائی لانے سے روک دیا کرتیں کہ ”بیٹا! ان پیسوں سے آج کھانا پکا لیتے ہیں، دوائی کل آجائے گی“ اور آپ فرما رہے ہیں کہ ڈیڑھ لاکھ۔۔۔ ڈاکٹر صاحب! اگر اتنے پیسوں کا بندوبست نہ ہوا تو کیا میری ماں مر جائے گی؟“

”بھئی! فضول باتوں میں وقت ضائع نہ کرو اور یہ دکھ بھری داستان اپنے کسی رشتہ دار کے سامنے جا کر پیش کرو، شاید کسی کو ترس آجائے۔“

”کون سے رشتہ دار؟ ڈاکٹر صاحب! رشتہ داری تو ہوتی ہے پیسوں سے اور ہمارے گھر کے در و دیوار نے آج تک کسی رشتہ دار کی شکل نہیں دیکھی۔“

”پھر میرا سر کیوں کھا رہے ہو؟ جاؤ! سیٹھ صاحب سے سُود پر لے آؤ۔“

”کون؟“

”حذیفہ!“

”آؤ میرا لال! جی آیاں نوں! کیسے آئے ہو؟“

”سیٹھ جی! مجھے اپنی ماں کے آپریشن کے لئے ڈیڑھ لاکھ۔۔۔۔۔“

”بس بھئی بس! عقلمند کو اشارہ ہی کافی ہے۔ میرے ہوتے ہوئے تم اتنے پریشان! نہ جی نہ، یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ تم بھاگ کر مکان کی رجسٹری لے آؤ، میں اتنی دیر میں تمہارے لئے ”ڈیڑھ روپے“ کا بندوبست کرتا ہوں۔

پُتّر جی! (رجسٹری دیکھتے ہوئے) صرف دو مرلے کا مکان۔۔۔ چلو کوئی بات نہیں، تم جیسے لوگوں کے کام آنا بھی بہت بڑی نیکی ہے۔ یہ لو" کرارے کرارے" ایک سو پچاس نوٹ یعنی پورا ڈیڑھ لاکھ اور اب یہی ایک ہزار والے پندرہ نوٹ مجھے واپس کر دو۔ شاباش! یہ تو ہو گئی تمہاری پہلی قسط۔ میرا پُتّر! ایک لاکھ پر دس ہزار روپے ماہانہ قسط بنتی ہے، ڈیڑھ لاکھ پر کتنی بنی؟ ہاں جی! پندرہ ہزار، ماشاء اللہ کافی سمجھدار لگتے ہو۔ میرے لال! اب اچھے بچوں کی طرح ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو قسط لے کر یہاں پہنچ جانا اور یاد رکھنا! دو تاریخ نہ ہونے پائے، ورنہ۔۔۔۔۔۔ مجھے تو سارا شہر جانتا ہے۔"

" میں والدہ صاحبہ کو لے کر سیدھا ہسپتال پہنچا۔ ڈاکٹر صاحب آج بڑے پیار سے بولے! "حذیفہ بیٹے! لگتا ہے پیسوں کا بندوبست ہو گیا ہے۔ جلدی سے جمع کراؤ تاکہ اللہ کا نام لے کر کام شروع کریں۔" آپریشن کے ٹھیک ایک ماہ بعد والدہ صاحبہ کا انتقال ہو گیا۔ قسط بھی نہ پہنچ سکی۔ چند دن بعد سیٹھ اور اس کے چند چیلے آئے اور غلیظ قسم کی گالیاں بکنا شروع کر دیں، شور سن کر آس پاس کے لوگ جمع ہو گئے، پھر وہ زبردستی میری بہنوں کو بالوں سے گھسیٹ کر گلی میں لے آئے اور جو تھوڑا بہت سامان تھا وہ بھی اُٹھا کر باہر پھینک دیا۔ بارش ہو رہی تھی، انتہا کی سردی تھی اور ہم پانچوں بہن بھائی کُھلے آسمان تلے بھیگے ہوئے کپڑوں کے ساتھ کانپ رہے تھے۔ اہلِ محلّہ تماشہ دیکھتے رہے مگر کسی کی زبان سے ہمارے لئے ہمدردی کا ایک جملہ نہ نکلا۔

حافظ صاحب! یہ تھی وہ درد بھری کہانی جو کئی دنوں سے آپ کو سنانے کی کوشش کر رہا تھا مگر آج آپ کا درس سن کر مجھ سے رہا نہ گیا۔ یقین جانیں! اس وقت سے بیٹھا رو رہا ہوں کہ قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ میں کتنی سخت مذمت کی گئی ہے اس گناہِ کبیرہ کی اور ہم لوگ کس قدر غفلت برت رہے ہیں؟"

" حذیفہ بیٹے ہاں! واقعی سُود ایک بہت بڑی لعنت ہے، مگر بدقسمتی سے اُمّتِ مُسلمہ کی ایک کثیر تعداد اس ہلاک کر دینے والے گناہ میں ملوث ہے۔ بلکہ اب تو لوگ اسے گناہ ہی تصور نہیں کرتے۔ بیٹا! تم کیوں رو رو کر اپنی آنکھیں سرخ کر رہے ہو؟ تمھیں تو اللہ رب العزت نے اُسی وقت معاف کر دیا ہو گا جب تم نے سچے دل سے توبہ کی تھی۔ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ تمھارے محلے کے وہ لوگ جنہیں اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا تھا اور انہوں نے تمہاری کوئی مدد نہ کی، اُن

سے اللہ تعالیٰ سخت غضب ناک ہو کر پوچھیں گے کہ "میرا یہ بندہ مجبور تھا، بھوکا تھا مگر تمہیں اتنی توفیق نہ ہوئی کہ ایک وقت کا کھانا اس کے گھر بھیج دیتے یا اس کی ماں کیلئے دوائی کا بندوبست کر دیتے؟ میری دی ہوئی دولت سالگرہ، بسنت، مہندی، مائیاں، بَری، برات اور جہیز جیسی فضول رسموں میں برباد کر دی، کیا جس نبی ﷺ کے امتی ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے، ان کا یہ فرمانِ عالیشان تم تک نہیں پہنچا تھا کہ "وہ شخص مسلمان نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھاتا ہے اور اس کا ہمسایہ بھوکا رہتا ہے۔" جاؤ! آج تمہیں مسلمانوں کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے۔"

اس موقع پر مجھے وہ سمجھدار بچی یاد آ رہی ہے، جو تھی تو ایک نوکرانی مگر اُس کی بات بہت اُونچے درجے کی تھی۔ وہ ایک نواب صاحب کے ہاں ملازمہ تھی۔ ایک دن نواب صاحب کے بیڈ روم کی صفائی کے دوران اس کے دل میں خیال آیا کہ بھلا میں بھی دیکھوں کہ اس نرم و نازک مخملی بستر اور زمین پر لیٹنے میں کیا فرق ہے۔ وہ بیچاری تھوڑی دیر کیلئے لیٹی ہی تھی کہ آنکھ لگ گئی۔ اسی دوران نواب صاحب تشریف لے آئے، وہ نوکرانی کو اپنے بستر پر لیٹے دیکھ کر غصے سے آگ بگولا ہو گئے اور کوڑا پکڑ کر اسے مارنا شروع کر دیا۔ اُس اللہ کی بندی پر کوڑے برس رہے تھے اور وہ ہنس رہی تھی۔ نواب صاحب نے ہاتھ روک لیا اور بولے! ہنسنے کی وجہ بتاؤ ورنہ جان سے مار دوں گا۔ لڑکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا نواب صاحب! میں صرف پندرہ منٹ کیلئے اس بستر پر لیٹی اور پندرہ کوڑے کھائے، حضورِ والا تو پچاس سال سے اس بستر پر آرام فرما رہے ہیں، میں ہنس رہی ہوں کہ جناب کا جسمِ مبارک اتنے کوڑے کیسے برداشت کرے گا؟

بیٹا! اگر کوئی سنجیدگی سے غور کرے تو یہ ایک بات ہی اس کی زندگی کا رخ بدل دینے کیلئے کافی ہے۔ مگر کیا کیا جائے ہمارے دل تو پتھروں سے زیادہ سخت ہو چکے ہیں اور اس کی سب سے بڑی وجہ قرآن و سنت سے دوری اور بلاشبہ ہمارے بعض علماء حضرات بھی ہیں کہ جنہوں نے لوگوں تک سب کچھ پہنچایا، سوائے دو چیزوں کے، ایک اللہ کا قرآن اور دوسرا رسول اللہ ﷺ کا صحیح فرمان۔ ہم نے لوگوں کو فرقہ وارانہ اور فروعی قسم کے اختلافات میں ایسا الجھائے رکھا کہ کسی کو دین کا صحیح فہم حاصل کرنے کی فرصت ہی نہ ملی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم میں قرآن و سنت کو عام کرنے کا شوق نہ رہا اور لوگوں میں سننے اور عمل کرنے کا ذوق نہ رہا۔ ورنہ آج بے شمار اہم دینی فرائض کے ساتھ ساتھ قرضِ حسنہ کا تصور بھی ہمارے ذہنوں میں ضرور زندہ رہتا اور اس میں معمولی سی تاخیر پر

تمہاری بہنوں کو یوں گھر سے باہر نہ نکالا جاتا، تمہارا سامان باہر نہ پھینکا جاتا، بلکہ اللہ کی قسم! ہر شخص ان انعامات کے شوق میں تڑپ رہا ہوتا، جن کی نشاندہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے کی۔

مثال کے طور پر" حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا قرض ایک شخص کے ذمہ تھا۔ آپؓ مانگنے جاتے لیکن وہ صاحب چھپ جاتے اور نہ ملتے۔ ایک دن آپؓ آئے، تو گھر سے ایک بچہ نکلا، آپؓ نے اس سے پوچھا، اس نے کہا ہاں! گھر میں موجود ہیں، کھانا کھا رہے ہیں۔ اب حضرت ابوقتادہؓ نے اونچی آواز سے پکارا اور فرمایا مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ تم گھر میں موجود ہو، آؤ باہر آؤ، جواب دو۔ وہ بیچارے باہر نکلے، آپؓ نے کہا کیوں چھپ رہے ہو؟ کہنے لگے! بات یہ ہے کہ میں غریب آدمی ہوں، اس وقت میرے پاس رقم نہیں، شرمندگی کی وجہ سے آپ سے نہیں ملتا، آپؓ نے کہا قسم اُٹھاؤ! اس نے قسم اُٹھالی، ابوقتادہؓ رو پڑے اور فرمایا! میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے" جو شخص نادار قرض دار کو ڈھیل دے یا معاف کر دے وہ قیامت کے دن اللہ کے عرش کے سائے تلے ہوگا۔" (صحیح مسلم)

ایک اور حدیث میں سرورِ کائنات ﷺ نے فرمایا" قیامت کے دن ایک بندہ، اللہ کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے سوال کرے گا کہ بتا! میرے لئے تو نے کیا نیکی کی، وہ کہے گا اے اللہ! ایک ذرّے کے برابر بھی کوئی ایسی نیکی مجھ سے نہیں ہوئی جو آج میں اسکی جزا طلب کر سکوں، اللہ تعالیٰ اس سے پھر پوچھے گا، وہ پھر یہی جواب دے گا، پھر پوچھے گا تو بندہ کہے گا پروردگار! البتہ ایک چھوٹی سی بات یاد پڑتی ہے کہ تو نے مجھے اپنے فضل سے کچھ مال دے رکھا تھا۔ میں تجارت پیشہ شخص تھا، لوگ اُدھار سُدھار لے جاتے تھے، اگر میں دیکھتا کہ یہ شخص غریب ہے اور وعدہ پر قرض ادا نہیں کر سکا تو میں اسے کچھ مدت اور مہلت دے دیتا، عیال داروں پر سختی نہ کرتا، کسی کو زیادہ تنگی والا پاتا تو معاف بھی کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا" پھر میں بھی تجھ پر آسانی کیوں نہ کروں، میں تو سب سے زیادہ آسانی کرنے والا ہوں، جا میں نے تجھے بخشا، جنّت میں داخل ہو جا۔" (ابن کثیر)

سبحان اللہ! بیٹا دیکھ لو کسی کی مدد کرنے، ڈھیل دینے یا معاف کر دینے پر اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔ مگر بدقسمتی سے آج ہمارے بعض بھائیوں نے قرضِ حسنہ کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ جو قرض لینے کو ایک مشغلہ اور اُسے دبا لینے کو ایک بہت بڑا فن سمجھتے ہیں۔

کیا وہ سوچتے نہیں کہ اگر اسی طرح مقروض مر گئے تو کیا ان کی اولاد یہ قرض ادا کر دے گی؟ کیا کبھی سوچا کہ قرض کی اس رقم سے عیش تو بیوی بچے کریں گے اور دوزخ کا ایندھن کسے بننا پڑے گا؟ اللہ کی قسم! میدانِ جنگ میں اپنی جان تک قربان کر دینے والے شہید کو بھی قرض کی وجہ سے معافی نہیں مل سکے گی۔ کیا کبھی سوچا ہمارا وہاں کیا حشر ہوگا؟ کاش! کوئی قرض لینے سے پہلے کم از کم اس قرض دار شخص کے انجام پر ہی غور کر لے، کہ جس کی نمازِ جنازہ کیلئے سارا شہر جمع تھا۔ امام صاحب اللہ اکبر کہنے لگے کہ ایک شخص صفیں چیرتا ہوا سامنے آ گیا اور چیخ کر کہنے لگا ''مولوی صاحب ٹھہریں! قرض دار شخص کی نماز جنازہ تو نبی ﷺ نے بھی نہیں پڑھائی، آپ کیسے پڑھا سکتے ہیں؟ خبردار! اس ظالم سے میں نے پانچ لاکھ روپے لینے ہیں۔ میں جب بھی رقم مانگنے اس کے گھر گیا یہ ہر دفعہ ٹال دیتا، ''کیوں اتنا فکر مند ہوتے ہو، مرنے سے پہلے دیکر جاؤں گا؟'' اب جب تک اس کے ورثاء قرض کی واپسی کا اعلان نہ کریں، میں پیچھے نہیں ہٹوں گا۔'' مجمع میں مرحوم کے بھائی اور جوان بیٹے بھی موجود تھے مگر کسی نے حامی بھرنے کی جرأت نہ کی۔ وہ شخص للکارتا رہا، یہاں تک کہ لوگ نمازِ جنازہ پڑھے بغیر ہی چلے گئے۔

اب رہی سہی کسر اسٹیج ڈراموں نے نکال دی۔ اُن میں جہاں داڑھی، جنّت، دوزخ، حوروں، فرشتوں اور دین کی بیشمار باتوں کا مذاق اُڑایا جاتا ہے۔ وہاں آج کل قرضِ حسنہ کی تشریح اس انداز سے کی جا رہی ہے ''تُساں منگنا تے اَساں ھسنا، یہ ہوتا ہے قرضِ حسنہ۔'' بلکہ ایک ڈرامہ میں ایک بد بخت نے اس حد تک گستاخی کی کہ حاضرین کو مخاطب کر کے کہنے لگا، ''لو جناب! ایک دفعہ ایک ہیجڑے نے مسجد میں اذان دی، ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ وہ اذان کیسے دے رہا ہے۔'' اللہ معاف فرمائے! اس ظالم نے ہیجڑوں جیسی مخصوص آواز اور انتہائی گھٹیا قسم کی اداؤں سے اللہ بزرگ و برتر کے نام اور اذان کے کلمات کو اس طرح بگاڑ کر پیش کیا کہ کوئی غیرت مند مسلمان اس منظر کو ایک سیکنڈ کیلئے برداشت نہ کرتا۔ مگر وہاں بیٹھے سینکڑوں بے حس مرد خواتین خوشی سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اسی دوران اچانک ایک شخص کا ضمیر جاگ اُٹھا، اس نے کرسی اُٹھائی اور پورے زور سے اُس ''بھانڈ'' کے منہ پر دے ماری۔ اس حرکت نے پورے مجمع کو بیدار کر دیا۔ اب جس کے ہاتھ میں جو آیا اس نے دے مارا۔ چند منٹوں میں لوگوں نے اسٹیج کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور تمام اداکار اسٹیج چھوڑ کر بھاگ گئے۔

بیٹا! سوچنے والی بات تو یہ ہے کہ سورہ حجرات میں اللہ تعالیٰ نے کسی عام آدمی کا مذاق اُڑانے سے بھی منع فرمایا ہے اور احادیثِ مبارکہ میں اس کی بہت سخت مذمت کی گئی ہے۔ اب جو بد بخت ! اللہ، اس کے رسول ﷺ اور فرشتوں کا مذاق اُڑائے، اسکی تباہی و بربادی میں کس کو شک ہوسکتا ہے؟ پھر جو بدنصیب چار پانچ سو روپے کے ٹکٹ خرید کر یا ٹی وی سکرین کے سامنے بیٹھ کر ان کی حوصلہ افزائی کریں، انہیں داد دیں، ان پر اللہ تعالیٰ کے غیظ و غضب کا کیا حال ہوگا؟ اللہ کی قسم! یہ سب کچھ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت ہو رہا ہے اور تفریح کی آڑ میں بے دین قوتیں ہمارے دین میں شکوک وشبہات اور بگاڑ پیدا کر رہی ہیں۔ کیا اسطرح کی مذموم دل لگی کیلئے صرف اللہ، اس کے رسول ﷺ اور دین ہی رہ گیا ہے؟ میں ڈرامہ دیکھنے والے تمام بھائیوں اور بہنوں سے التجا کرتا ہوں۔۔۔۔ اللہ کے واسطے۔۔۔۔ آج سے ہر قسم کے ڈرامے کا مکمل بائیکاٹ کر دیں۔ شاید اسی طرح اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

بیٹا! اب سیٹھ صاحب کے متعلق بھی سُن لو۔ چند سال پہلے کالو نامی ایک غریب شخص اسی محلے میں گول گپّے بیچا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے کسی شخص کو سُود پر کچھ رقم لے کر دی۔ سُود خور نے اسکی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے مشورہ دیا ''اللہ کے بندے! چھوڑو گلی گلی آوازیں لگانا، آؤ! مل کر کوئی نفع بخش کاروبار کریں۔ آج سے جتنے گاہک تم لے کر آؤ گے ان کی آدھی قسط تمہاری ہوگی اور آدھی میری۔ دیکھنا! دنوں میں کروڑ پتی بن جاؤ گے''۔

کالو نے کچھ دیر سوچا اور حامی بھر لی۔ یہ سلسلہ شروع ہونے کی دیر تھی کہ محلے کی عورتوں نے اپنے شوہروں سے چوری چھپے بھاری رقوم اور زیورات تک کالو کے حوالے کر دیئے۔ حتیٰ کہ حاجی اور نمازی حضرات بھی سُود کی قسطیں وصول کرنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے پورا محلّہ اس لعنت میں مبتلا ہو گیا اور روزانہ پچاس روپے کمانے والا یہ کالو چند سالوں میں ایک کروڑ پتی سیٹھ بن گیا۔

ایک دن مجھے خیال آیا کہ اگر قیامت والے دن اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ تم تو صاحبِ علم تھے، تم نے سیٹھ کی اصلاح کیلئے کیا کوشش کی، تو میں کیا جواب دوں گا؟ اسی خوف سے میں نے اللہ بزرگ و برتر سے دُعا کی اور اس کی اصلاح کیلئے کوشش شروع کر دی۔ کئی ماہ تک وقتاً فوقتاً اُسے ملتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ دعوت دینا شروع کر دی، مگر وہ ہر بار یہی کہہ کر ٹال دیتا۔

''حافظ صاحب! میں تو قرآنِ پاک کا ایک لفظ نہیں پڑھ سکتا بلکہ مجھے تو کلمہ طیبہ بھی نہیں آتا۔ میں آپ کے درس میں بیٹھ کر کیا کروں گا؟ پھر مجھے مسجد میں دیکھ کر لوگ طرح طرح کی باتیں بنائیں گے کہ دیکھو جی! ''نو سو چوہے کھا کے بلی حج نوں چلی''۔ ہاں! عشاء کے بعد جب لوگ گھروں کو چلے جائیں اس وقت میں چند منٹ کیلئے آسکتا ہوں۔''

''اس دن میری خوشی کی انتہا نہ رہی جب وہ اپنے ایک ساتھی کو لے کر مسجد پہنچ گیا۔ میں نے اچھے طریقے سے استقبال کیا پھر وضو کر کے ہم ایک طرف بیٹھ گئے۔ سیٹھ صاحب اتنا کانپ رہے تھے کہ نورانی قاعدہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ حالانکہ میں بار بار اللہ کی رحمت کے تذکرے کرتا رہا۔ پہلے ہی صفحے پر ایک مقام ایسا آیا کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ جب میں نے کہا پڑھو! ''سین''۔ میں بار بار دُھراتا رہا، مگر کوشش کے باوجود یہ حرف اسکی زبان سے ادا نہ ہو سکا۔ گھبرا کر کہنے لگا'' حافظ صاحب! لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے میری زبان پر تالا لگا دیا ہے۔'' میرے بھی ہاتھ کانپنے لگے اور مجھ پر عجیب سا خوف طاری ہو گیا۔ اسی کشمکش میں اس کا ساتھی بولا، ''بھائی! وہ جو فلم میں 'سین' ہوتا ہے۔'' اسطرح ''سین'' ادا ہوا، مگر ''شین'' پر پھر وہی صورتحال۔ اسکے بعد وہ ایک لفظ نہ پڑھ سکے۔ چند دن بعد میں نے ایک اور کوشش کی کہ اسے اپنے گھر دعوت پر بلایا، کھانے کے دوران میں نے بڑے پیار سے بات شروع کی۔ سیٹھ صاحب! کیا آپ کی نظر میں کوئی ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے جنگ کر سکے؟''

''حافظ صاحب! یہ آپ کیسی بات کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے کون جنگ کر سکتا ہے؟ یقین کریں! اخبارات میں جب ہندوستان سے جنگ کی خبریں آرہی تھیں، اس وقت میں نے ملک چھوڑنے کا پکا ارادہ کر لیا تھا بلکہ انگلینڈ کا ویزہ بھی لگوا لیا تھا اور آپ اللہ سے جنگ کی باتیں کر رہے ہیں۔''

''میرے بھائی! پھر غور سے سننا، میں یہ بات سراسر تمہارے بھلے اور پورے یقین سے کہہ رہا ہوں کہ اگر آج تم نے سچی توبہ نہ کی تو وہ دن دور نہیں جب تمہاری بربادی اور تباہی کا منظر سارا شہر دیکھے گا ورنہ۔۔۔۔تم جتنا اسلحہ جمع کر سکتے ہو کر لو، جتنے باڈی گارڈ بھرتی کر سکتے ہو کر لو، جس ملک کا ویزہ لگوانا چاہتے ہو لگوا لو، اللہ کی قسم! اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے تمہارے خلاف باقاعدہ جنگ کا اعلان کر دیا ہے۔ یقین نہ آئے تو سورہ بقرہ کی آیت ۲۷۹ میں یہ فیصلہ لکھا ہوا دیکھ لو۔ اللہ کی قسم! اس سُود خور شخص کو تم بھی جانتے ہو کہ جس کی زبان لٹک کر سینے تک پہنچ گئی۔ دوسرے شہروں سے

لوگ اُسے دیکھنے آتے رہے اور وہ کئی سال تک بے گور و کفن لاش کی طرح پڑا رہا، حتیٰ کہ اس کے گھر والے دعائیں کرتے رہے کہ پروردگار اسے موت دیدے۔ کئی سال تک نیم مردہ پڑا رہنے سے حالت ایسی ہوگئی کہ کوئی اس کے قریب جانا پسند نہیں کرتا تھا، حتیٰ کہ بیوی بچے بھی اس کے قریب جانا چھوڑ گئے، میرے بھائی! تمہیں اس اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جو ہماری نمک حرامیوں کے باوجود ہمیں روزی دے رہا ہے کہ اپنے حال پہ رحم کرو اور چھوڑ دو اس منحوس کاروبار کو ورنہ۔۔۔ اللہ نہ کرے کہ تمہارا حشر بھی اُس شخص جیسا ہو۔''

میرے بھائی سُنو! جس نبی ﷺ کا کلمہ پڑھنے میں ہماری نجات ہے انھوں نے فرمایا کہ'' جو شادی شدہ مرد اور عورت زنا جیسی بے حیائی کا ارتکاب کریں، انہیں پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔'' یعنی جتنا گھناؤنا جرم، اتنی ہی گھناؤنی سزا۔ اب اُسی نبی مکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ'' جو شخص سُود کا ایک درہم جان بوجھ کر کھالے وہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ (بھاری جرم) ہے'' (مسند احمد)۔ اللہ محفوظ فرمائے! آج ایک درہم نہیں بلکہ کروڑں اور اربوں روپے سُود کھایا جا رہا ہے۔ کیا کوئی اندازہ لگا سکتا ہے کہ آج کتنے لوگ دن میں کتنی مرتبہ زنا جیسے گھناؤنے جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور یہ سب کس سزا کے مستحق ہیں؟ حالانکہ زنا کا وبال اس قدر زیادہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا'' بنی اسرائیل کے ایک شخص کی ساٹھ سال کی عبادت ایک پلڑے میں رکھی گئی اور دوسرے پلڑے میں آخری عمر میں کیئے گئے زنا کا گناہ رکھا گیا تو گناہ کا بوجھ بڑھ گیا۔''

پھر سُنو! آج اگر کوئی بدکار شخص اپنی ماں سے نکاح کرلے تو لوگ اُسے کن نظروں سے دیکھیں گے، معاشرہ اسکی کیا سزا تجویز کرے گا یا اللہ تعالیٰ اس پر کتنا غضب ناک ہونگے؟ بھائی! نبی ﷺ کی شفاعت کی ہمیں آرزو ہے انہوں نے فرمایا کہ'' سُود کے تہتر درجے ہیں، سب سے معمولی درجہ اس گناہ کے برابر ہے کہ انسان اپنی ماں سے نکاح کرے'' (ابن ماجہ، حاکم)

بھائی! ذرا سوچو تو سہی کہ آج کتنے بدنصیب ایسے ہیں جو اپنی ماں سے نکاح جیسے ذلیل اور گھٹیا فعل کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پھر اس بات پر بھی غور کرو کہ اس حدیث میں نبی ﷺ نے سود کے آخری درجے کی نشاندہی کی ہے۔ اللہ کی قسم! اگر نبی ﷺ سُود کے پہلے بہتر درجوں کا ذکر فرما دیتے تو مجھے یقین ہے کہ انہیں سُن کر یا پڑھ کر ایک مسلمان کا کلیجہ پھٹ جاتا۔''

''بس کریں حافظ صاحب بس! (منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے) اللہ کے واسطے! اس سے آگے ایک

لفظ نہ کہیں۔ آپ کیا سمجھتے ہیں (آنسو پونچھتے ہوئے) کہ میں کروڑں کا مالک ہو کر بڑی پرسکون زندگی گزار رہا ہوں یا میں بڑی بڑی گاڑیوں پر سفر کر کے بہت مزے میں ہوں؟ نہیں حافظ صاحب نہیں! روٹی میں نہیں کھا سکتا، گوشت مجھے منع ہے، چکنائی میں استعمال نہیں کرتا، نمک مجھے نقصان دیتا ہے، میٹھی چیز سے میں پرہیز کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! پوری دنیا میں مجھ سے بڑا بدنصیب اور پریشان حال شخص کوئی نہ ہوگا۔ ساری رات مجھے نیند نہیں آتی، اگر کسی وقت تھوڑی دیر کیلئے آنکھ لگ جائے تو خواب میں بڑے بڑے سانپ نظر آنا شروع ہو جاتے ہیں، جونہی وہ مجھے ڈسنے کیلئے آگے بڑھتے ہیں تو میں ہڑبڑا کر اُٹھ جاتا ہوں اور پاگلوں جیسی حرکتیں شروع کر دیتا ہوں۔ پاس لیٹے بچے بھی اُٹھ جاتے اور مذاق کرنا شروع کر دیتے۔ ''پاپا کی شیم! شیم! اتنے بڑے ہو کر اب بھی ڈرتے ہیں۔'' حرام کی کمائی کا اتنا خوف تھا کہ جب بھی معمولی سر درد یا بخار ہوتا تو میں سمجھتا کہ بس میرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ اسی طرح رات کو کوئی بچہ ہلکی سی کھانسی کرتا تو مجھے یقین ہوتا کہ اسے ابھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔

ایک دن مجھے بہت شرم آئی کہ میرے بوڑھے والد نے میرے سامنے ہاتھ جوڑے اور زاروقطار رونا شروع کر دیا۔ ''کالو پتر! میں نے تو اپنا پیٹ کاٹ کر تمہیں بڑی محنت سے پالا تھا اور تم میرے اس احسان کا بڑھاپے میں مجھے یہ صلہ دے رہے ہو کہ دن رات مجھے حرام کھلا کر میری آخرت برباد کر رہے ہو۔ مجھ سے تو اب چلا بھی نہیں جاتا کہ محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ ہی پال سکوں۔ اللہ کے واسطے! چھوڑ دو اس سُودی کاروبار کو۔'' حافظ صاحب! انہیں کیا پتہ کہ میں اب یہ کاروبار چھوڑنا چاہوں بھی تو نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے کہ اب اسے سمیٹنا انتہائی مشکل کام ہے۔''

''حذیفہ بیٹے! یہ تھیں وہ باتیں جن کا اعتراف کالو سیٹھ نے میرے گھر بیٹھ کر کیا۔ اس کے بعد مجھے یقین ہے کہ اسے تمہاری بہنوں کی بددعا لگی اور سچ فرمایا میرے پاک پیغمبر جناب محمد ﷺ نے کہ ''مظلوم کی بددعا سے بچ کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔'' (بخاری و مسلم)

پھر وہی ہوا جس کا مجھے یقین تھا اور جس کے متعلق میں نے اسے گھر بلا کر خبردار کیا تھا۔ کہ ایک دن اللہ تعالیٰ کا لکھا ہوا یَمۡحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرۡبِى الصَّدَقٰتِ (اللہ تعالیٰ سُود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے) غالب آ گیا اور حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ سیٹھ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کروڑوں روپے کہاں گئے۔ ہر شخص اصل رقم کا مطالبہ کر رہا تھا،

ہر وقت گالی گلوچ، مار کٹائی، فائرنگ، سارا محلہ روزانہ یہ تماشہ دیکھتا، ایک دن شہر کے چند بااثر آدمی آئے، انہوں نے گھر میں داخل ہوکر اس کے بیوی بچوں کو دھکے دیکر باہر نکال دیا اور گھر کا سارا سامان بھی باہر پھینک دیا۔ انہوں نے سیٹھ صاحب کو پکڑ کر پہلے منہ کالا کیا پھر ایک بڑی سی زنجیر لے کر اس کے گلے میں ڈالی اور چوک میں باندھ دیا۔ لوگ آتے، فحش قسم کی گالیاں بکتے، اسکے سر پر جوتے مارتے اور چلے جاتے۔ پھر لوگوں میں اس بات پر جھگڑا شروع ہو گیا کہ کون اسے اپنے ساتھ لے کر جائیگا؟ طے پایا کہ اسے جان سے مار دیا جائے اور اس کے جسم کے ٹکڑے آپس میں بانٹ لئے جائیں تاکہ سب کا غصہ ٹھنڈا ہو۔ ایک دن اچانک بڑی سی گاڑی میں چند اسلحہ بردار آدمی آئے اور اسے زبردستی گاڑی میں ڈال کر لے گئے۔ سیٹھ اب کہاں ہے، کس حال میں ہے، اسکے بیوی بچے کہاں ہیں، کس حال میں ہیں؟ کسی کو کچھ علم نہیں۔۔۔۔

بیٹا! یہ تو تھا صرف ایک شخص کا انجام، رہی مسلمانوں کی اجتماعی صورتحال، تو اللہ کی قسم! ہم مسلمان تعداد میں جتنے آج ہیں، پہلے کبھی نہ تھے، ہمارے پاس جتنی دولت اور جدید ٹیکنالوجی آج ہے، پہلے کبھی نہ تھی، ہمارے پاس جتنے معدنی وسائل اور ذرائع آج ہیں، پہلے کبھی نہ تھے۔ مگر۔۔۔۔ اللہ کی قسم۔۔۔۔ ہم مسلمان جتنے ذلیل آج ہیں، پہلے کبھی نہ تھے۔۔۔۔

آخر کیوں؟

اس لئے کہ آج ہم مسلمان کسی نہ کسی شکل میں (بینک سے لین دین، قرضہ اسکیم، کروڑ پتی اسکیم، کار اسکیم، بیمہ پالیسی، انعامی بانڈ، لاٹری، ریفل ٹکٹ، میچ پر شرط، جیت ہی جیت اور ہیرو کارڈ جیسی) سودی قباحتوں میں بری طرح جکڑے ہوئے ہیں۔"

"اے معافی دیکر خوش ہونے والے رب! اس اُمت کے حال پر رحم فرما!"